

فلاح دارین
مفت سلسلہء اشاعت کتب

الفتاویٰ الشاذلیہ

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورٹ گجج کا شرعی حکم

مؤلف

مفتی محمد ابو بکر صدیق القادری الشاذلی

(جنرل سیکریٹری طوبیٰ ویلفیئر ٹرسٹ انٹرنیشنل، رئیس دارالافتاء جامع طوبیٰ)

ناشر
طوبیٰ ویلفیئر ٹرسٹ انٹرنیشنل

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورٹ گجج کا شرعی حکم

نام کتاب: غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم
 مؤلف کا نام: مفتی محمد ابوبکر صدیق القادری الشاذلی
 تعداد: ۲۰۰۰ (دو ہزار)
 ناشر: طوبی ویلفیئر ٹرسٹ (انٹرنیشنل)
 رجب المرجب ۱۴۳۲ھ ، جون 2011ء

جامع مسجد طوبی و دارالافتاء جامع طوبی، ملت گارڈن سوسائٹی، نزد محبت نگر، ملیر

15-

0321-2762847

UK کے رہنے والے حضرات اس کتاب کے حصول کے لئے
 جناب خلیفہ ملک محمد ناصر محمود صاحب زید مجدہ (نوٹنگھم) سے درج ذیل نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں

07735415048

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

عرض مدعا

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وأصحابه
وأهل بيته وذريته أجمعين. أما بعد

الحمد لله طوبیٰ ویلفیئر ٹرسٹ کے مفت سلسلہ اشاعت کتب بنام ”فلاح
دارین“ کی سولہویں کتاب ”غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم“
آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ کتاب ہذا میں غیر مسلم ممالک میں رہنے والے
مسلمانوں کو پیش آنے والے چند اہم مسائل سے متعلق سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ
کا موقف دلائل شرعیہ کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ امام اعظم پر معترض بعض حنفی
حضرات کے دلائل کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ مطالعہ کیجئے اور شرعی معلومات
میں اضافہ کیجئے۔

جو حضرات ”فلاح دارین“ کے اس سلسلہ کے ممبر بننا چاہیں وہ ایک سال کے
ڈاک کا خرچہ 200 روپے بھیج کر اس کے ممبر بن سکتے ہیں، ان شاء اللہ ہر ماہ ایک
کتاب ان کے ایڈریس پر روانہ کر دی جائے گی اور جو حضرات اس سلسلے میں
تعاون کرنا چاہیں وہ درج ذیل نمبر پر فون کر کے رابطہ کر سکتے ہیں:

موبائل: 0333-3786913

ادارہ: طوبیٰ ویلفیئر ٹرسٹ انٹرنیشنل

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الاستفتاء: جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ Qtv پر آپ کے پروگرامز دیکھنے کا اتفاق ہوتا رہتا ہے۔ آپ عموماً غیر مسلم بینکوں سے مورٹ گج (Mortgage) کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ مگر ہم نے یہاں انگلینڈ میں بعض معتبر علماء کو ناجائز کہتے سنا ہے۔ عموماً مورٹ گج کے عدم جواز پر مختلف قسم کے دلائل بیان کئے جاتے ہیں۔ برائے کرم ہمیں درست شرعی حکم بیان کریں کہ کونسی بات درست ہے؟ اگر آپ کی بات درست ہے تو ان اعتراضات کے جوابات مرحمت فرمادیں جو بعض علماء کی جانب سے کئے جاتے ہیں۔

الجواب بعون الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه واهل بيته وأئمة امته اجمعين خاصة منهم على الامام الأعظم ابى حنيفة نعمان ابن ثابت. والعاقبة للمتقين. اللهم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه. آمين بجاه النبي الأمين و صلى الله عليه وآله وبارك وسلم

اما بعد! راقم الحروف نے آپ کے ارسال کردہ استفتاء کے بعد بھی اور اس

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورٹ گج کا شرعی حکم

سے قبل بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف رکھنے والے علماء کے اعتراضات کو بغور دیکھا مگر حق یہ ہے کہ ان اعتراضات میں سے کوئی بھی اعتراض ایسا نہیں جو وقت نظری پر مشتمل ہو۔ بہر حال راقم الحروف ان تمام اعتراضات کے جوابات معتبر کتب سے مکمل حوالہ جات کے ساتھ نمبر وار لکھے گا جس سے واضح ہو جائیگا کہ امام الائمہ، سراج الائمہ، کاشف الغمۃ ہی کا فتویٰ حق اور قرآن و سنت کے عین مطابق ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرتے ہیں اور وہی خیر کی توفیق دینے والا ہے۔

راقم الحروف کا موقف

امام اعظم سے اختلاف رکھنے والے علماء کے اعتراضات کے جوابات سے پہلے راقم الحروف یہ بات واضح کرنا چاہے گا کہ یہ ایک علمی مسئلہ ہے اور اس مسئلے میں مجتہدین کا اختلاف ہے۔ بعض مجتہدین کے نزدیک حربی سے بظاہری سودی معاملہ کر کے نفع اٹھانا جائز ہے اور یہی امام اعظم کا موقف ہے جیسا کہ حنفی مذہب کی کتب متون، شروح اور فتاویٰ سے ظاہر ہے۔ اور بعض مجتہدین کے نزدیک ناجائز ہے۔ جب ایک فقہی مسئلہ مجتہدین کے مابین مختلف فیہ ہو تو اس میں مقلدین کو کلام کی حاجت نہیں۔ ہر مقلد کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے امام کے مسئلے پر عمل کرے۔ مگر فی زمانہ بعض علماء نے امام اعظم کے موقف کی بلاوجہ تضعیف کی بلکہ امام اعظم کے موقف کی خود ساختہ تاویلات کیں، نہیں بلکہ اس کا سرے سے انکار کیا تو راقم الحروف نے ارادہ کیا کہ سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

موقوف کو عوام کے سامنے بیان کیا جائے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان ”یسرُوا ولا تعسروا“ پر عمل کرتے ہوئے غیر مسلم ممالک میں رہنے والے مسلمان بھائیوں کے لئے جائز سہولت کو بیان کیا جائے تاکہ وہ لوگ شریعت مطہرہ کی دی گئی رعایت و سہولت پر عمل کرتے ہوئے اپنے لئے مورٹ گنج کے ذریعے مکانات کی ملکیت حاصل کر سکیں۔ اس کے علاوہ راقم الحروف کی معلومات کے مطابق غیر ملکی بینکوں میں مسلمانوں کی چھوٹی ہوئی رقم ریڈ کر اس کے ذریعے عیسائی تبلیغی کاموں میں استعمال کی جاتی ہے، لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اگر وہ اس رقم کو خود نا بھی استعمال کریں تو بھی اسے بینک کی ملکیت میں نہ دیں کیونکہ وہ رقم غیر مذہب کے پرچار میں استعمال کی جائیگی۔ چنانچہ بہتر ہے کہ وہ رقم لے کر دیگر کمزور مسلمان بھائیوں کو دے دی جائے تاکہ ان کے کام آسکے۔

خیال رہے ہمارے اس فتویٰ کا منشا لوگوں کو سودی بینکوں سے لین دین کرنے کی ترغیب دینا نہیں۔ اس ضمن میں یہ واضح کر دینا چاہوں گا کہ فی زمانہ کسی بھی ملک کی معیشت اس کے بینکوں پر منحصر ہوتی ہے۔ لہذا اگر کہیں اسلامی بینک موجود ہوں وہاں بلاوجہ نفع حاصل کرنے کے لئے مروجہ سودی بینکوں میں اکاؤنٹ کھولنے کے بجائے اسلامی بینک کو ترجیح دی جائے۔ نیز اگر اسلامی بینک کے ذریعہ اسلامی طریقے سے باسانی مورٹ گنج حاصل کرنا ممکن ہو تو پھر اسے ہی ترجیح دی جائے اور مروجہ سودی بینکوں کا رخ نہ کیا جائے۔

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورٹ گنج کا شرعی حکم

امام اعظم کے موقف پر دلائل

علماء معترضین کے اعتراضات کے جوابات سے پہلے راقم الحروف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کی تائید میں بیان کئے جانے والے چند دلائل میں سے دو دلائل اختصار کے ساتھ بیان کرے گا۔

دلیل نمبر 1: حدیث لاربا

امام اعظم اور دیگر فقہاء مجتہدین نے مسلمان اور حربی کافر کے مابین سود کی نفی کی بنا پر حدیث لا ربا بین المسلم والحربی فی دار الحرب پر کی ہے۔ اس حدیث شریف کو امام زلیعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نصب الرایہ، کتاب البیوع، باب الربا جلد ۴ صفحہ نمبر ۸۲ پر نقل کیا۔ اور امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی حدیث کو لا ربا بین اهل الحرب کے الفاظ سے معرفۃ السنن والآثار، کتاب السیر، باب بیع الدرہم بالدرہمین فی أرض الحرب، رقم الحدیث ۱۸۱۶۹، جلد ۳، صفحہ ۲۷۶ پر بیان کیا ہے۔

دلیل نمبر 2: ربا العباس رضی اللہ عنہ

سیدنا امام اعظم کے موقف کی تائید میں اس دلیل کو امام جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مشکل الآثار جلد ۴ صفحہ ۲۴۵ میں بیان فرمایا۔ راقم الحروف اسے اختصار کے ساتھ بیان کرے گا۔ امام جعفر طحاوی نے فرمایا کہ بعض روایات کے مطابق سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما غزوہ بدر کے وقت مسلمان ہو چکے تھے، اور بعض روایات کے مطابق آپ غزوہ خیبر کے وقت اسلام لائے

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

تھے۔ بہر حال دونوں ہی صورتوں میں آپ رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کر چکے تھے۔ اور حضرت فضالہ بن عبید کی روایات سے ثابت کہ سود کی حرمت غزوہ خیبر یا اس سے پہلے ہو چکی تھی۔ جب مکہ معظمہ فتح ہوا تو اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں یہ بھی فرمایا کہ، ”اول ربأضع ربانا ربا العباس بن عبدالمطلب“ یعنی سب سے پہلا سود جسے میں ختم کرتا ہوں وہ ہمارا سود یعنی عباس بن عبدالمطلب کا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان الفاظ مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے وقت مکہ معظمہ میں سود قائم تھا کیونکہ ختم یا ساقط اسے کیا جاتا ہے جو قائم ہو۔ اور حضرت عباس بن عبدالمطلب کا سود بھی قائم تھا حالانکہ وہ تو پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ اس وقت تک مکہ معظمہ میں مسلمان اور مشرکین کے مابین سود کا لین دین جائز تھا، کیونکہ فتح سے پہلے تک مکہ مکرمہ دارالحرہ تھا۔ لہذا ظاہر ہوا کہ امام اعظم کا موقف درست ہے۔ اسی لئے امام اعظم سے پہلے امام ابراہیم نخعی فرماتے تھے کہ ”لابأس بالدينار بالدينارين في دارالحرب بين المسلمين وبين أهل الحرب“۔ ترجمہ ”ایک دینار کے بدلے میں دو دینار لینے میں کوئی حرج نہیں، اگر یہ معاملہ دارالحرہ میں مسلمانوں اور اہل حرب کے درمیان ہو“۔

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

اعتراضات اور ان کے جوابات

اعتراض نمبر ۱: کیا نصاریٰ نجران اور مجوس ہجر حرابی تھے؟

جس حدیث سے امام اعظم نے استدلال کیا وہ ضعیف ہے، اور اس حدیث شریف کے ضعیف ہونے کی ایک صریح دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجران کے نصاریٰ اور ہجر کے مجوس کو باوجود حرابی کافر ہونے کے سود لینے دینے سے منع فرمایا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

فان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتب الی نصاریٰ
نجران من اربی فلیس بیننا و بینہ عہد و کتب الی
مجوس ہجر اما ان تدعوا الربا و اتاذنوا بحرب من اللہ
ورسولہ.

(المبسوط للسرخسی، کتاب الصرف، باب الصرف، ج ۱۴ ص ۵۸
دارالمعرفۃ بیروت لبنان)

ترجمہ: ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجران کے نصاریٰ کی طرف لکھا جس شخص نے سود لیا ہمارے اور اس کے درمیان کوئی عہد نہیں، اور مجوس ہجر کی جانب لکھا یا تو تم سود چھوڑ دو یا اللہ اور اس کے رسول سے اعلان جنگ قبول کر لو۔“

نصاریٰ نجران اور مجوس ہجر حرابی تھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں بھی اپنے علاقوں میں سود لینے کی اجازت نہیں دی، اور جب آپ نے حرابی

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

کافروں کو سود لینے کی اجازت نہیں دی ہے تو آپ دارالحرب کے مسلمانوں کو سود خوری کی اجازت کب دے سکتے ہیں؟

جواب: یہی دلیل شاید مانعین کے نزدیک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول

سے عدول کی سب سے قوی وجہ ہے، مگر راقم الحروف کے خیال میں یہ عبارت امام اعظم کے موقف کے خلاف نہیں بلکہ تائید میں ہے۔ خود اس روایت میں ایسے

الفاظ موجود ہیں جو اس بات پر صریح دلالت کرتے ہیں کہ نجران کے نصاریٰ اور ہجر کے مجوس حربی نہ تھے بلکہ ذمی تھے، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے ان سے اس طرح کا لین دین منع فرمایا۔ مذکورہ بالا عبارت میں پہلی خط کشیدہ عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ ”پس ہمارے اور تمہارے درمیان معاہدہ نہ رہے گا۔“

اس سے ظاہر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں سے معاہدہ کیا تھا اور وہ لوگ حکومت اسلامیہ کے معاہدہ تھے۔ اور دوسری خط کشیدہ

عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ ”یا تم سود چھوڑ دو یا اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اعلان جنگ کر دو۔“ اس عبارت سے بھی یہ ظاہر ہے کہ ہجر کے

مجوس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاہدہ کر لیا تھا ورنہ اگر وہ حربی تھے تو ان کو یہ نہ کہا جاتا ہے کہ ”اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے اعلان جنگ کر دو“ کیونکہ حربی تو ہوتا ہی وہ ہے جو مسلمانوں سے محارب ہو۔ چنانچہ اسی روایت سے ثابت ہوا کہ نجران کے عیسائی اور ہجر کے مجوس حربی نہ تھے

بلکہ معاہدہ تھے۔ اور اہل علم پر روشن کہ جو معاہدہ ہوتا ہے وہ اہل ذمہ میں سے ہوتا ہے

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

اور اسی پر ذمی کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

ذمی کون ہیں؟

علامہ مرتضیٰ زبیدی لفظ ”ذمۃ“ کے معنی میں فرماتے ہیں،

الذمة : بالكسر العهد، ورجل ذمی أى له عهد ،

.....

ترجمہ: ذمہ اگر ذال کے کسرہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ’عہد‘ ہے۔ ذمی

آدمی اسے کہا جاتا ہے جس نے معاہدہ کیا ہو۔

(تاج العروس، باب المیم، فصل الذال، ج ۸ ص ۳۰۱،

دارالفکر بیروت)

اسماعیل الفارابی الجھری مختار الصحاح میں فرماتے ہیں،

الذمام: الحرمة، وأهل الذمة: أهل العقد، قال ابو عبيده،

الذمة الأمان فى قوله صلى الله عليه وآله وسلم ”ويسعى

بذمتهم أذناهم“.

(مختار الصحاح، باب المیم، فصل الذال، ج ۴، ص ۱۰۷، دار احیاء

التراث العربی بیروت)

ترجمہ: ذمام سے مراد حرمت ہے۔ اہل ذمۃ سے مراد اہل عقد ہیں۔

ابو عبیدہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول ”اور ان

کا عہد انکے ادنیٰ کے لئے بھی وسعت کریگا۔“ میں ذمہ امان کے معنی

غیر مسلم ممالک میں سودا اور مورث گنج کا شرعی حکم

میں بھی استعمال ہوا ہے۔

علامہ علی بن محمد بن علی جرجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

الذمة لغة : العهد، لأن نقضه يوجب الذم

(التعريفات، باب الذال، ص ۹۱، مطبوعہ: دارالکتب العربی

بیروت)

ترجمہ: ذمہ کا لغوی معنی عہد ہے کیونکہ اس کا توڑنا ذم کا باعث ہے۔

مذکورہ بالا کتب کے حوالہ جات سے ظاہر ہوا کہ جو غیر مسلم معاہدہ ہوں وہ ذمی

ہیں نہ کہ حربی۔ مزید تشریح کے لئے امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی بیان کردہ ذمی

کی تعریف رقم کی جاتی ہے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ذمی کی تعریف میں فرماتے

ہیں،

والمراد به من له عهد مع المسلمين سواء كان بعقد جزية

أو هدنة من سلطان أو أمان من مسلم.

(فتح الباری، کتاب الدیات، باب اثم من قتل ذمیاً بغیر جرم، تحت رقم:

۷۹۱۴، ج ۱۲ ص ۲۹۷، دار الحدیث القاہرہ)

ترجمہ: ذمی سے مراد ہر وہ شخص ہے کہ جس کا مسلمانوں سے عہد

ہو، خواہ عقد جزئیہ کے تحت معاہدہ ہو یا حاکم کی طرف سے اس کے لئے

سکوت ہو یا اسے کسی مسلمان کی امان حاصل ہو۔

مذکورہ بالا بحث سے ظاہر ہوا کہ نجران کے عیسائی اور ہجر کے مجوس کو حربی

غیر مسلم ممالک میں سودا اور مورث گنج کا شرعی حکم

سمجھنا درست نہیں ہے، کیونکہ وہ مسلمانوں کے معاہدے جیسا کہ استفتاء میں مذکور روایت کے الفاظ سے واضح ہے اور کتب لغت اور ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ تعریف سے ظاہر ہوا کہ جو معاہدہ ہو وہ ذمی ہوتا ہے۔ لہذا نجران کے عیسائی اور ہجر کے مجوس عربی نہ تھے بلکہ ذمی تھے۔

نیز اب ہم چند معتبر کتب کے حوالہ جات پیش کرتے ہیں کہ جن سے روز روشن کی طرح عیاں ہو جائیگا کہ نجران کے عیسائیوں اور ہجر کے مجوسیوں سے مسلمانوں کا باقاعدہ معاہدہ ہوا تھا جس کے تحت یہ لوگ مسلمانوں کو جزیہ ادا کرتے تھے۔ استشہاد کے طور پر صرف دو تین حوالہ جات پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

امام ابن سعد نے طبقات کبریٰ میں لکھا کہ،

”و کتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لأسقف بنی الحارث بن کعب وأساقفة نجران وکھنتھم ومن تبعھم ورهبانھم أن لهم ماتحت أیدیھم من قلیل وکثیر، من بیعھم وصلوتھم ورهبانھم وجوار اللہ ورسولہ ، لایغیر أسقف عن أسقفیتہ ، ولا راہب عن رهبانیتہ ، ولا کاهن عن کھانتہ ، ولا یغیر حق من حقوقھم ، ولا سلطانھم ولا شیء مما کانوا علیہ ، ما نصحوا أو أصلحوا فیما علیھم غیر مثقلین بظلم ولا ظالمین .“

غیر مسلم ممالک میں سودا اور مورث گنج کا شرعی حکم

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۱ ص ۲۶۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسقف بنی حارث بن کعب، نجران کے پادریوں وکاہنوں اور ان کے متبعین وراہبوں کو لکھا کہ جو کچھ ان کی ملکیت تھا خواہ کثیر ہو یا قلیل، کلیسا، عبادت گاہ، رہبانیت اور اللہ ورسول کی امان، تو وہ ان کے لئے ہے، کسی پادری کو اس کے عہدے سے نہ ہٹایا جائے، نہ کسی راہب کو، نہ ہی کسی کاہن کو، اور ان کے حقوق میں سے کوئی حق نہ بدلا جائے، نہ ان کے اعزاز کو نہ کسی چیز کو جس پر وہ قائم تھے جب تک وہ نصیحت اور اصلاح پر قائم رہیں ظلم کیساتھ مجبور کئے بغیر نہ ظلم کرتے ہوئے۔

سیدنا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ باب الجزیۃ والموادعۃ مع اهل الذمۃ
والحرب میں روایت کرتے ہیں،

”ولم یکن عمرأخذ الجزیة من الممجوس، حتیٰ شہد
عبدالرحمن بن عوف: أن رسول الله صلی الله علیہ
وآله وسلم أخذها من مجوس هجر.“

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجوس سے جزیہ قبول نہیں فرمایا جب تک کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے گواہی نہ دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجر کے مجوس سے جزیہ لیا تھا۔

غیر مسلم ممالک میں سودا اور مورث گنج کا شرعی حکم

(صحیح البخاری، کتاب الجزیۃ والموادعہ، ر: ۳۱۵۶، ۳۱۵۷، ص ۵۲۵،

دارالسلام ریاض)

امام جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شرح مشکل الآثار میں مجوس بجز سے جزیہ لینے کی تین روایات رقم فرمائی ہیں، اختصار کے پیش نظر صرف ایک نقل کی جاتی ہے۔

حدثنا یونس قال: أخبرنا ابن وهب، قال: أخبرني یونس،

عن ابن شهاب قال: حدثني سعيد بن المسيب أن رسول

الله صلى الله عليه وآله وسلم أخذ الجزية من مجوس

هجر، وأن عمر بن الخطاب أخذها من مجوس السواد،

وأن عثمان أخذها من بربر.

(حدیث نمبر ۲۰۳۱ شرح مشکل الآثار مطبوعہ: مؤسسۃ الرسالۃ)

ترجمہ: یونس نے کہا، ہمیں خبر دی ابن وهب نے، انہوں نے کہا مجھے

خبر دی یونس نے، انہوں نے ابن شہاب سے روایت کیا، انہوں نے کہا

مجھے سعید بن مسیب نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مجوس بجز سے جزیہ لیا کرتے، اور حضرت عمر بن خطاب نے مجوس سواد

سے جزیہ لیا، اور حضرت عثمان بربری مجوسیوں سے جزیہ لیا کرتے۔

مذکورہ بالا دونوں روایات میں سے پہلی روایت سے ثابت ہوا کہ نجران کے

عیسائی ذمی تھے اور دوسری روایت سے ثابت ہوا کہ بجز کے مجوس بھی ذمی تھے،

غیر مسلم ممالک میں سودا اور مورث گنج کا شرعی حکم

اور وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں باقاعدہ جزیہ ادا کرتے تھے۔ مزید برآں یہ کہ معتزین نے استفتاء میں مذکور روایت امام سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مبسوط سے لی اور اس سے استدلال کیا کہ نجران کے عیسائی اور ہجر کے مجوس حربی تھے، حالانکہ اسی کتاب کی دسویں جلد ”باب فی توظیف الخراج“ میں امام سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے واضح لفظوں میں لکھا کہ:

”قال رضى الله عنه واذ جعل الامام قوم من الكفار اهل ذمة وضع الخراج على رؤس الرجال على الارضين بقدر الاحتمال. اما خراج الرؤس ثابت بالكتاب والسنة ، أما الكتاب فقولہ سبحانہ وتعالیٰ حتی يعطوا الجزية عن يدهم صاغرون واما السنة ماروى أن النبي صلى الله عليه وآله وسلم أخذ الجزية من مجوس هجر وأخذ الحلل من نصارى نجران وكانت جزية وقال سنو بالمجوس سنة أهل الكتاب يعنى فى أخذ الجزية منهم.“

(المبسوط، کتاب السیر، الجزء ۱۰ ص ۷۷ دار المعرفۃ بیروت لبنان)
ترجمہ: امام محمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اور جب حاکم اسلام کسی علاقہ کے کفار کو اہل ذمہ بناتا ہے تو ان کے مردوں پر ان کی زمینوں کی آمدنیوں کے اعتبار سے جزیہ مقرر کرتا ہے، اور خراج لینا کتاب اللہ

غیر مسلم ممالک میں سودا اور مورث گنج کا شرعی حکم

وسنت سے ثابت ہے، رہا کتاب سے ثبوت، تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ”یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں ذلیل ہو کر“ جبکہ سنت سے ثبوت وہ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوس ہاجر سے جزیہ لیا، اور نجران کے عیسائیوں سے حملے لیے، اور یہ جزیہ ہی تھا، اور فرمایا مجوسیوں کے ساتھ اہل کتاب سا برتاؤ کرو، یعنی ان سے جزیہ لینے میں۔

المختصر مذکورہ بالا بحث سے ظاہر ہوا کہ مجوس ہاجر اور نصاریٰ نجران کو حربی کہنا درست نہیں۔ چنانچہ یہ دعویٰ کرنا سراسر غلط ہے کہ جب حربیوں کو سود کی اجازت نہیں دی تو مسلمان کو کس طرح اجازت ہو سکتی ہے۔

اعتراض نمبر ۲: کیا امام اعظم کا موقف مرسل حدیث پر مبنی ہونے

کی وجہ سے ضعیف ہے؟

امام اعظم نے جس حدیث سے استدلال کیا وہ حدیث ضعیف ہے۔ اور اگر صحیح بھی

ہو تو اس سے مراد ممانعت ہے جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

”مرسل ضعیف فلا حجة فیہ ، ولو صح لتأولناہ علی أن

معناہ لایباح الربافی دار الحرب ، جمعا بین الأدلة“

(المجموع شرح المہذب ۳۹۲/۹، دار الفکر بیروت)

ترجمہ: یہ حدیث مرسل ضعیف ہے اس میں کوئی حجت نہیں، اور اگر صحیح

مانا جائے تو ہم اس معنی پر تاویل کریں گے کہ دار الحرب میں رہا مباح

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

نہیں، دونوں دلائل کو جمع کرتے ہوئے۔

یعنی اس حدیث شریف میں لافنی کا نہیں بلکہ نہی کا ہے۔ جس کا مفاد یہ ہے کہ دارالحرب میں بھی مسلمان کو سود لینے کی اجازت نہیں۔ نیز اس باب میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قبل ہجرت قمار سے استدلال کرنا درست نہیں، کیونکہ اس حوالے سے جتنی روایات وارد ہوئی ہیں وہ ایک دوسرے سے متضاد ہونے کی وجہ سے سخت قسم کے اضطراب پر مبنی ہیں اور مضطرب حدیث سے استدلال درست نہیں ہے کہ وہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ نیز اسے درست مان لیا جائے تو یہ واقعہ قمار کے نسخ سے پہلے کا ہے لہذا یہ جواز کی دلیل نہیں بن سکتا۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ خود اس مال کو قبول فرمایا اور نہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو لینے دیا بلکہ یہ فرمایا کہ یہ مال حرام ہے اس کو صدقہ کر دو۔

جواب: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے موقف پر دوسرا اعتراض شافعیہ اور بعض دیگر حضرات کے مذہب کے مطابق کیا گیا ہے، جس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ حدیث مرسل ضعیف ہوتی ہے اور امام اعظم نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ مرسل ہے، اس لئے امام اعظم کا موقف ضعیف حدیث پر مبنی ہونے کی وجہ سے قابل اعتناء نہیں، حالانکہ یہ بات اہل علم کے نزدیک مسلم ہے کہ معترض کے اصول خصم کے خلاف حجت نہیں ہیں۔ لہذا غیر حنفیہ کے موقف کو لے کر حنفیہ پر اعتراض کرنا قابل اعتناء نہیں۔

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

حدیث مرسل

یہاں ہم حدیث مرسل سے متعلق طویل بحث سے بچتے ہوئے صرف محدثین کے نزدیک حدیث مرسل کی فنی حیثیت اور ائمہ حنفیہ کا موقف بیان کرنے پر اکتفاء کریں گے۔ ائمہ حدیث کے اس حوالے سے پانچ موقف ہیں جو درج ذیل ہیں،

۱۔ حدیث مرسل سے احتجاج کرنا مطلقاً جائز ہے۔ ۲۔ حدیث مرسل سے احتجاج کرنا مطلقاً ناجائز ہے۔

۳۔ اگر اہل قرون ثلاثہ نے ارسال کیا ہے تو اس سے احتجاج کرنا جائز ہے۔

۴۔ اگر مرسل راوی صرف عادل سے روایت کرتا ہے تو اس کی حدیث مرسل مقبول ہے۔ ۵۔ صرف صحابی کا ارسال مقبول ہے۔

حدیث مرسل سے متعلق مذکورہ بالا آراء میں سے پہلی رائے اکثر متقدمین علماء کی رائے ہے اور یہی امام اعظم کا موقف ہے۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں،

جہاں تک حدیث مرسل کا تعلق ہے تو تحقیق اکثر متقدمین علماء مثل سفیان ثوری، مالک اور اوزاعی اس سے احتجاج کو رو رکھتے تھے۔ پھر امام شافعی آئے اور انہوں نے اس کے متعلق کلام فرمایا جس کی پیروی امام احمد اور دیگر لوگوں نے کی۔

(رسالہ الامام ابی داؤد السجستانی الی اہل مکة فی وصف سنہ ص ۳۲،

غیر مسلم ممالک میں سودا اور مورث گنج کا شرعی حکم

دارالبشائر الاسلامیہ، بیروت)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ مشائخ کوفہ کا موقف بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:

تابعین، تبع تابعین اور ان کے بعد کے علماء میں سے جو بھی ارسال کرے تو ان (مشائخ کوفہ) کے نزدیک ایسی مرسل روایت قابل احتجاج ہے۔

(معرفة علوم الحدیث، ذکر النواع الثامن من علوم الحدیث، ص ۲۶، دار احیاء العلوم بیروت)

شمس الأئمة سرحسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وهذا الحديث وان كان مرسلًا فمكحول فقيه ثقة والمرسل من مثله مقبول وهو دليل لابي حنيفة ومحمد رحمهما الله في جواز بيع المسلم الدرهم بالدرهمين من الحربى فى دار الحرب.

ترجمہ: یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے، لیکن مکحول فقیہ وثقہ ہیں، اور ان کے مثل کی مرسل حدیث بلاشبہ مقبول ہے، اور یہ حدیث دلیل ہے امام اعظم و امام محمد رحمہما اللہ کی مسلمان کے حربی کو دار الحرب میں دو درہم کے بدلے ایک درہم بیچنے کے بارے میں۔

پھر مزید رقم فرمایا:

وكذلك لو باعهم مائة أو قامرهم وأخذ منهم مالا

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

بالقمار فذلک المال طیب له عند ابی حنیفہ و محمد
رحمہما اللہ .

(المبسوط للسرخسی، کتاب الصرف، الجزء ۱۴ ص ۵۶ دار المعرفۃ
بیروت)

ترجمہ: اور یہی حکم ہے کہ اگر مسلمان حریوں کو مردار بیچے، یا ان سے
شرط لگائے اور شرط کی بناء پر مال لے لے تو یہ مال مسلمان کے لئے
حلال و طیب ہے امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک۔

لہذا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے موقف پر حدیث مرسل کا اعتراض کرنا بے وقعت
اعتراض ہے کہ امام اعظم و دیگر کبار محدثین و فقہاء کے نزدیک حدیث مرسل سے
استدلال کرنا جائز ہے۔

نیز امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا حدیث ”لاربا بین المسلم والمحربی“ میں
”لابیاح“ کی تاویل کرنا ائمہ حنفیہ کے نزدیک درست نہیں ہے کیونکہ یہ بلاوجہ
حدیث کے ظاہر کو چھوڑنا ہے حالانکہ دیگر بعض روایات اسی ظاہر حدیث کی
مؤید ہیں جیسا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قبل ہجرت کفار مکہ سے
تماز کرنا متعدد روایات سے ثابت ہے جس کا محدثین میں سے کسی نے بھی آج
تک انکار نہیں کیا۔

اعتراض ۳: کیا سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قمار کی روایات

مضطرب ہیں؟

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

بعض علماء نے لکھا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قمار کی روایات مضطرب ہیں اس لئے قابل استدلال نہیں۔

جواب: یہ بات درست ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ میں مختلف راویوں نے مختلف باتیں ذکر کیں، مثلاً شرط میں لگائے جانے والے اونٹوں کی تعداد میں اختلاف، شرط کی مدت میں اختلاف، جیتنے اور ہارنے میں اختلاف، نیز اونٹوں کو مال سحت (ناپاک) قرار دینے میں اختلاف، مگر ان تمام اختلافات کے باوجود کسی محدث نے آج تک ان روایات کو مضطرب کہہ کر رد کرنے کی جرأت نہیں کی، کیونکہ کسی حدیث پر مضطرب کا حکم لگانے کے لئے نہایت وسیع علم کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس حدیث سے متعلق غلط فہمی کے ازالے کے لئے ہم حدیث مضطرب کے بارے میں کچھ وضاحت کرنا چاہیں گے۔

حدیث مضطرب کیا ہے؟

محدثین کی اصطلاح کے مطابق حدیث مضطرب ایسی روایت کو کہا جاتا ہے کہ جس کی سند یا متن میں ایسا اختلاف ہو کہ جسے نہ تو تطبیق دی جاسکتی ہو اور نہ ترجیح۔ چونکہ زیر بحث مسئلہ میں متن حدیث میں اختلاف کی وجہ سے حدیث قمار ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مضطرب کہا گیا ہے، لہذا اسی حوالے سے وضاحت کرنا چاہوں گا کہ اگر کسی روایت کے متن میں ایسا شدید اختلاف پایا جائے جسے نہ تو تطبیق دی جاسکتی ہو اور نہ ہی ترجیح، تو عموماً وہ حدیث مضطرب ہی کی تعریف میں داخل کی جاتی ہے، مگر محدثین کے نزدیک بعض اوقات کسی حدیث میں

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

شدید اختلاف کی تطبیق و ترجیح ممکن نہ ہونے کے باوجود بھی اسے حدیث مضطرب نہیں کہا جاتا، جبکہ وہ اختلاف اصل حدیث کی طرف نہ آتا ہو۔ اس کی مثال فضالہ بن عبیدرضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ حضرت فضالہ بن عبیدرضی اللہ عنہ نے خیبر کے دن بارہ دینار میں ایک ہار خریداجس میں سونا اور گھونگے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اس ہار کے سونے اور گھونگوں کو الگ کیا تو میں نے بارہ دینار سے زیادہ سونا پایا۔ پس میں نے یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ ارشاد فرمایا کہ نہ بیچا جائے اس کو جب تک اس کو (یعنی سونے اور گھونگوں کو) جدا نہ کر لیا جائے۔ بعض روایات میں تو فضالہ کے خریدنے کا ذکر ہے، اور بعض روایات میں کسی اور نے اس کے خریدنے سے متعلق سوال کیا، بعض روایات میں سونے اور دھاگے کا ذکر ہے، اور بعض میں سونے اور جواہر کا، بعض میں ایسے گھونگوں کا ذکر ہے جو سونے میں لٹکے ہوئے تھے۔ بعض میں بارہ دینار کا ذکر ہے اور بعض میں نو دینار کا اور بعض میں سات دینار کا۔

(۱۲۱۱) حدیث: فضالہ بن عبید اتی النبی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم وهو بخیر بقلادة فیہا خرز الحدیث

مسلم و ابوداؤد..... ولہ

عند الطبرانی فی الکبیر طرق کثیرة جدافی بعضها قلادة

فیہا خرز و ذهب و فی بعضها ذهب و جوهر و فی بعضها

غیر مسلم ممالک میں سودا اور مورث گنج کا شرعی حکم

خرز ذهب وفي بعضها خرز معلق بذهب وفي بعضها
 باثنى عشر ديناراً وفي اخرى بتسعة دنانير وفي اخرى
 بسبعة دنانير واجاب البيهقي عن هذا بانها بيوعا كانت
 شهدها فضايلة قلت والجواب المسدد عندى ان
 هذا الاختلاف لا يوجب ضعفابل المقصود من الاستدلال
 محفوظ لا اختلاف فيه وهو النهى عن بيع مالم يفصل
 واما جنسها وقد رثمنها فلا يتعلق به فى هذه الحالة
 ما يوجب الحكم بالاضطراب

ترجمہ: حدیث: فضالۃ بن عبید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے
 مقام پر ایک ہار لے آئے جس میں گھونگھے لگے تھے، مسلم و ابوداؤد
 اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں متعدد طرق
 سے نقل کیا ہے، بعض روایت میں ہے کہ ہار میں گھونگھے اور سونا تھا، اور
 بعض میں ہے سونا اور جواہر تھے، اور بعض میں ہے سونے کا گھونگھا تھا
 اور بعض میں ہے گھونگھا سونے میں جڑا ہوا تھا، اور بعض روایت میں
 ہے کہ بارہ دینار کا خریدا، اور ایک روایت میں نو دینار کا خریدا، اور
 ایک دوسری روایت میں سات دینار میں خریدا، اور امام بیہقی نے اس کا
 جواب دیا کہ یہ مختلف سودے ہیں جن کا فضالۃ نے مشاہدہ کیا، میں یہ
 کہتا ہوں کہ صحیح جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ یہ اختلاف حدیث

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

میں ضعف پیدا نہیں کرتا بلکہ جس حصے سے استدلال مقصود ہے وہ محفوظ ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں، اور اس ہارسے سونے کو جدا کیے بغیر بیچنے کی ممانعت ہے، جبکہ جنس اور قدر کا اس سے کوئی تعلق نہیں، تو اس صورت میں حدیث پر اضطراب کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

(التخصیص الحکیم ج ۳ ص ۹ مطبوعہ: مؤسسہ قرطبہ)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف حدیث میں ضعف (یعنی اضطراب) کا سبب نہیں ہے بلکہ اس حدیث کے جس حصے سے استدلال مقصود تھا وہ محفوظ ہے اور اس میں اختلاف نہیں اور وہ اس قسم کی اشیاء کو جدا کئے بغیر بیچنے کی ممانعت ہے۔ جہاں تک اس کی جنس اور ثمن کا تعلق ہے استدلال کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ جو اضطراب کا سبب بنے۔

بعینہ یہی معاملہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قمار سے متعلق روایات کا ہے کہ اگرچہ اس واقعہ سے متعلق روایات میں اونٹوں کی تعداد، مدت قمار، اور ہار و جیت وغیرہ کے معاملات میں اختلاف ہے مگر یہ اختلاف حدیث کے اس حصے میں نہیں جس سے استدلال مقصود ہے اور وہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیاتِ طیبہ میں بلا تکلیف بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازتِ تویلی سے حربی کافر سے عقد قمار کرنا ہے کیونکہ تمام روایات اس واقعہ کے حوالے سے تو متفق ہیں۔ چنانچہ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین کے نزدیک ان روایات کو مضطرب کہہ کر ضعیف قرار دینا درست

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

نہیں ہے۔

مال کے معصوم ہونے اور غیر معصوم ہونے کے اعتبار سے احکام میں فرق

پھر بعض علماء نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کی تضعیف کے لئے اس

بات کا سہارا لیا کہ اگر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قمار سے متعلق روایات

کو درست مان بھی لیا جائے تو بھی یہ واقعہ حریموں سے قمار کے جواز کی دلیل نہیں

بن سکتا کہ قمار کا یہ واقعہ بالاتفاق حرمت قمار سے پہلے کا ہے کیونکہ یہ شرط فتح مکہ

سے پہلے لگائی تھی اور قمار کی حرمت سورہ مائدہ میں نازل ہوئی جو مدینہ منورہ میں

سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی۔ راقم الحروف کے خیال میں امام اعظم سے

اختلاف کرنے والے علماء کا یہ استدلال بھی اپنے گذشتہ اعتراضات کی طرح

کمزور اور بے وزن ہے کیونکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مستدل تو حدیث

”لاربا بین المسلم والحربی“ ہے نہ کہ حدیث قمار۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ

عنہ کی حدیث کو تو فقہاء حنفیہ نے امام اعظم کے موقف کی تائید میں بطور استشہاد

پیش کیا ہے۔ اب خواہ حرمت قمار کا حکم قبل ہجرت ہو یا بعد ہجرت، اس سے

سیدنا امام اعظم کے موقف کو کوئی ضرر نہیں، کیونکہ یہ حکم اسی پر لاگو ہوگا جو مسلمانوں

کی ولایت کے تحت ہو جبکہ امام اعظم حدیث لاربا کے ظاہر کے مطابق غیر مسلم

حربی سے قمار کے قائل ہیں نہ کہ ہر غیر مسلم سے، اور اہل علم جانتے ہیں کہ علماء

اسلام کے نزدیک حربی کافر اور غیر حربی کافر یعنی ذمی و مستامن کے احکام میں فرق

ہے۔ چنانچہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قمار کی ممانعت دارالاسلام میں

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

مسلمان وزمی و مستامن سب سے ہے کیونکہ وہ مسلمانوں کی امان میں ہیں، اور اس امان کی وجہ سے ان کا مال معصوم ہو گیا، جبکہ حربی خواہ دار الحرب میں ہو یا کہیں اور، اس کے ساتھ رہا و قمار کی ممانعت نہیں کہ وہ مسلمانوں کی امان میں نہیں چنانچہ اس کا مال غیر معصوم ہونے کی وجہ سے اباحت اصلی پر باقی ہے۔

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قمار میں جیتا ہو مال واپس کروا دیا تھا؟

بعض علماء جنہوں نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث قمار کو مضطرب کہہ کر رد کر دیا حالانکہ انہیں علماء نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کے رد میں ایک دلیل یہ بھی لکھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قمار میں جیتا ہو مال نہ خود لیا اور نہ حضرت ابو بکر صدیق کو لینے دیا بلکہ اس مال کو ناپاک و حرام فرمایا اور اسے صدقہ کروا دیا۔ مگر راقم الحروف کے خیال میں یہ دلیل خود ان معترض علماء کے نزدیک بھی مردود ہے کیونکہ ان حضرات نے خود لکھا کہ ”سیدنا ابو بکر صدیق کے قمار کے حوالے سے روایات مختلف ہیں چنانچہ ان روایات کے اضطراب کی وجہ سے ان روایات سے استدلال درست نہیں۔“ جب خود ان روایات کو اضطراب کی وجہ سے ناقابل استدلال قرار دے چکے تو اب ان روایات سے استدلال کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ بہر حال یہاں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قمار کے حوالے سے یہ وضاحت کرنا چاہوں گا کہ بعض روایات کے مطابق سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس قمار میں ہار گئے

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

تھے۔ جس پر مسلمانوں کو شرمندگی ہوئی۔ اور امام ترمذی نے ہارنے ہی کی روایت ذکر کی ہے، جبکہ بعض محدثین و مفسرین نے آپ کے جیت جانے کا ذکر کیا ہے۔ ظاہر ہے واقعہ کے اس حصے کی روایت میں شدید اختلاف واقع ہوا جس کی وجہ سے ہار و جیت کا معاملہ یقیناً مضطرب و ناقابل استدلال ہے، جبکہ قمار کے وقوع میں سب کا اتفاق ہے اور یہ حصہ اضطراب سے پاک ہے اور یہی موضع استدلال بھی ہے۔ چنانچہ یہ اعتراض بھی گذشتہ اعتراضات کی طرح بے وزن ہے۔

اعتراض ۴: کیا حربی سے مراد بالفعل حربی ہونا ضروری ہے؟

بعض علماء کہتے ہیں کہ حدیث لار بوا میں حربی سے مراد محض غیر ذمی کافر نہیں ہے بلکہ برسر جنگ قوم کا ایک فرد مراد ہے اور جس قوم کے ساتھ جنگ قائم ہو اسے ہر طرح سے جانی اور مالی اعتبار سے زک پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے اسی لئے اس قوم کے کسی حربی کافر سے اگر کسی مسلمان نے سودی معاملہ کے ذریعہ اس کا مال لے لیا تو وہ اس کا مالک ہو جائیگا۔

جواب: اس اعتراض کا ما حاصل یہ ہے کہ: ۱۔ حدیث لار بوا کی رو سے صرف ان حربی کافروں سے قمار اور باجائز ہے کہ جن سے مسلمان کی بالفعل جنگ چھڑی ہوئی ہو۔ ۲۔ نیز اس قسم کے کفار کو ہر طرح کا جانی و مالی نقصان پہنچانا جائز ہے۔

راقم الحرف کے خیال میں یہ دونوں ہی باتیں درست نہیں ہے۔ پہلی بات

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

اس لئے درست نہیں ہے کہ ان علماء نے حربی کی جو تعریف بیان کی ہے وہ چودہ سو سال میں کسی فقیہ کے ذہن میں نہ آئی، اس لئے کسی فقیہ نے آج تک بالفعل اور بالقوة متحارب کا فرق نہیں کیا، بلکہ عموماً فقہاء کرام رحمہم اللہ نے مطلق حربیوں کے احکام بیان کئے ہیں۔ نیز اگر کوئی کافر بالفعل جنگ کے لئے سامنے موجود ہو تو اس سے جہاد کیا جائیگا یا کاروبار؟

دوسری بات اس لئے غلط ہے کہ یہ صحیح احادیث کے خلاف ہے۔ متعدد روایات میں مجاہدین کے لئے یہ حکم بیان ہوا کہ اہل حرب میں سے جو لوگ جنگ نہ کریں مثلاً بوڑھے، عورتیں، بچے اور عبادت گزار، تو ان لوگوں سے تعرض نہ کیا جائے۔

اعتراض ۵: کیا امام کاسانی کا استدلال غلط ہے؟

بعض علماء نے امام اعظم کے موقف کا رد کرتے ہوئے لکھا کہ،

نیز امام کاسانی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو دلیل پیش کی ہے کہ ”حربی کا مال معصوم نہیں بلکہ فی نفسہ مباح ہے، ہاں البتہ مسلمان مستامن کو منع ہے کہ ان کی رضا کے بغیر ان کے مال کا مالک بنے کیونکہ اس میں غدر و خیانت ہے۔ پس اگر حربی اپنے اختیار و رضا کے ساتھ خود دے تو ممانعت کی وجہ زائل ہو جائیگی۔ چنانچہ اب مسلمان کا اس مال کو لینا مال مباح غیر مملوک کو لینا ہے۔ اور یہ شرعاً درست ہے کہ جس طرح کہ جنگل سے گھاس و لکڑیاں لینا جائز ہے۔“ درست نہیں۔ کیونکہ اس دلیل کو درست مان لیا جائے جائے پھر حربی مستامن سے بھی یہ چیزیں

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

جائز ہونا چاہیے حالانکہ کوئی بھی اس کے جواز کا قائل نہیں چنانچہ دارالحرب میں بھی یہ کام درست نہیں۔

جواب: مذکورہ بالا سطور میں امام کا سانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ فرمایا وہ اصول کے عین مطابق ہے مگر معترضین نے بلاوجہ ایک الزامی جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ اس الزامی جواب کے تفصیلی رد کے بجائے راقم الحروف صرف اسی بات کی وضاحت کرنا پسند کریگا کہ جس کی وجہ سے معترضین کے اذہان میں یہ اعتراض پیدا ہوا۔ معترضین نے دارالحرب میں امان لے کر جانے والے مسلمان اور دارالاسلام میں امان لے کر آنے والے حربی کافر میں فرق نہیں کیا، اور دونوں کے معاملے کو ایک سا سمجھ کر ایک ہی حکم لگا دیا۔ اگر معترضین کچھ غور و فکر سے کام لیتے تو اس پر واضح ہو جاتا کہ حربی مستأمن سے عقودِ فاسدہ یا عقدِ قمار یا عقدِ ربا کرنا اس لئے منع ہے کہ وہ مسلمانوں کی امان میں ہے، اور جب وہ مسلمانوں کی امان میں آ گیا تو اس کا مال غیر معصوم نہ رہا۔ لہذا اب مسلمان کے لئے بلاوجہ شرعی یا عقودِ فاسدہ مثل قمار و ربا کے، اسکا مال لینا جائز نہ رہا جبکہ دارالحرب میں کفار کا مال اپنی اصل کے مطابق مباح ہی رہا۔ اس کے برعکس کفار کی جانب سے مسلمان کو امان دینے سے کفار کے مال کی حیثیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ چنانچہ مسلمان ان کے یہاں معروف طریقوں مثل عقودِ فاسدہ و قمار و ربا سے انکی رضامندی کے ساتھ ان کا مال لے سکتا ہے۔ جبکہ دارالاسلام میں ذمی یا مستأمن کے ساتھ یہ معاملہ کرنا عصمتِ مال کی وجہ سے منع ہے جیسا کہ

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

علامہ سرخسی انھیں دونوں معاملات میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں،
 ”وبه فارق المستأمنين في دارنا لان أموالهم صارت
 معصومة بعقد الأمان فلا يمكنه أخذها بحكم الإباحة.“
 ترجمہ: اور اس دلیل سے حکم جدا ہو گیا ہمارے دار میں امن لے کر
 آنے والے کافروں کا، کیونکہ عقد امان کی وجہ سے ان کے اموال
 معصوم ہو گئے، چنانچہ اب اباحتِ اصلیہ کے تحت ان کا مال حاصل کرنا
 ممکن نہ رہا۔

(المبسوط للسرخسي، کتاب صلح المملوك والمواذعة، الجزء ۱۰ ص ۹۵
 مطبوعہ: دار المعرفۃ بیروت)

اعتراض ۶: کیا غیر مسلم سے عقد فاسد کے ذریعے مال لینا یہودی کے

طرز عمل کے مثل ہے؟

غیر مسلموں سے سود کے جواز کا قول یہودیوں کے قول کے مثل ہے کہ وہ کہتے ہیں
 ہم یہودیوں کے درمیان سود حرام ہے اور غیر یہودی سے لینا جائز ہے۔ اور اللہ
 تعالیٰ ہمیں ان کی مشابہت سے منع فرماتا ہے۔

جواب: مذکورہ بالا اعتراض کے جواب سے پہلے یہ وضاحت کرنا چاہوں
 گا کہ شریعت کسی شخص کے مرتب کردہ اخلاقی اصولوں یا قیاس کا نام نہیں بلکہ
 شریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیان کردہ تعلیمات کا نام ہے۔ اور ان
 تعلیمات سے جو متضاد ہو اگرچہ وہ دنیا والوں کی نظر میں کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو وہ

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

گمراہی و بے دینی ہے۔ لانہ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام خیر ہدی ہدی
 محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 جو اخلاق کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہیں یہ انھیں کی تعلیم ہے کہ غیر مسلم حربی سے
 جو معاملہ ظاہری اعتبار سے سودی صورت میں کیا جاتا ہے وہ سود نہیں جیسا کہ
 حدیث لاربا میں بیان ہوا، تو پھر بلا وجہ اسے سود قرار دینا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کے فرمانِ اقدس کو چھوڑنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ بلا دلیل کسی
 حدیث کو مرسل کہہ کر ضعیف قرار دینا یہ احناف کے اصولوں کے خلاف ہے۔ فقہاء
 حنفیہ کے نزدیک یہ روایات درست ہیں اور ان میں کوئی ضعف نہیں۔ مذکورہ
 تقریر سے ظاہر ہوا کہ اسے یہودیوں کے مثل کہنا سراسر ظاہر بنی پرہیزی ہے، کیونکہ
 یہودیوں کے نزدیک غیر یہودی سے سود لینا جائز ہے جبکہ ہمارے نزدیک کسی
 سے بھی سود لینا جائز نہیں۔ ہاں البتہ جو اضافی رقم یا مال سود کے نام پر کسی غیر مسلم
 سے اس کی رضا سے مل رہا ہے وہ حدیث شریف کی روشنی میں سود ہے ہی نہیں،
 بلکہ وہ تو غیر مسلم حربی کا غیر معصوم مال ہے جو وہ اپنی رضا سے دے رہا ہے۔
 لہذا ہم اسے لے سکتے ہیں جیسا کہ ائمہ حنفیہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ہاں
 البتہ اگر لینے والا مسلمان اسے سود سمجھ کر لیتا ہے تو اس کی بری نیت سے وہ مال
 سود نہیں بن جائے مگر مالِ مباح کو بری نیت سے حاصل کرنے کی وجہ سے
 گناہگار ضرور ہوگا۔ اور اس مسئلے کے نظائر کتب فقہیہ میں موجود ہیں مثلاً عالمگیری
 میں ہے کہ ”اگر کوئی پانی کو شراب کی نیت سے پیتا ہے تو اس کی بری نیت سے وہ

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

پانی شراب نہیں بن جائیگا مگر وہ شخص اپنی اس نیت کی وجہ سے گناہگار ہوگا۔“
 مذکورہ بحث سے ظاہر ہوا کہ اسے یہودیوں کے مثل کہنا سراسر ظاہر بینی ہے۔
 اگر اس ظاہر بینی کو درست مان لیا جائیگا تو کوئی یہ اعتراض بھی کر سکتا ہے کہ مسلمان
 حائضہ عورت کے معاملے میں یہودیوں کا سا سلوک کرتے ہیں۔ یہودیوں کے
 نزدیک عورت ان ایام میں ناپاک ہوتی ہے۔ اس لئے بیوی سے ان ایام
 میں قربت کرنا اور اس کا نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ اور مسلمان بھی
 اسی طرح کرتے ہیں لہذا مسلمان کا عورتوں سے برتاؤ یہودیوں کے برتاؤ سے
 مشابہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے اعتراضات کا وہی جواب ہے جو ہم نے
 لکھا کہ صورتاً مشابہت کی وجہ سے ایک ہی حکم لگا دینا درست نہیں۔

اعتراض ۷: تو کیا غیر مسلم حربی یا حربیہ سے اس کی مرضی سے

زنا بھی جائز ہے؟ العیاذ باللہ

اگر غیر مسلم حربی سے اس کی مرضی سے سود جائز ہے تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ
 غیر مسلم حربی یا حربیہ سے اس کی مرضی سے زنا بھی جائز ہوگا۔

جواب: اس اعتراض کے جواب میں اتنا کہہ دینا بھی کافی ہے کہ غیر مسلم
 حربی سے ظاہری سودی معاملے کے جواز کا قول کسی کی شخصی رائے نہیں ہے بلکہ
 صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف کی روشنی میں ہے، جبکہ زنا
 کے جواز سے متعلق کوئی روایت نہیں ہے۔ ثانیاً اگرچہ غیر مسلم حربی مباح الدم
 اور مال ہے مگر شرمگاہ کے معاملے میں فقہاء فرماتے ہیں کہ اس معاملے میں اصل

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

حظر و ممانعت ہے۔ لہذا شرمگاہ صرف اسی طریقے سے حلال و مباح ہو سکتی ہے جو شریعتِ مطہرہ نے بیان کیا ہے یعنی نکاح یا ملک سے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں،

”دار الحرب میں غدر بالا جماع حرام یو ہیں زنا لعدم جریبان
 الاباحۃ فی الابضاع (کیونکہ شرمگاہ میں اباحت جاری نہیں ہے)
 فتح میں مبسوط سے بعد عبارت مذکورہ منقول وبخلاف الزنا ان
 قیس علی الربا لان البضع لا یتباح بالاباحۃ بل بالطریق
 الخاص اما المال فیباح بطیب النفس بہ و اباحتہ (بخلاف
 زنا کہ اگرچہ اسے سود پر قیاس کیا جائے کیونکہ شرمگاہ مباح کرنے
 سے مباح نہیں ہوتی بلکہ اس کا خاص طریقہ ہے جبکہ مال رضامندی
 سے اور مباح کرنے سے بھی حلال ہو جاتا ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۸۹ مطبوعہ: مکتبہ رضویہ کراچی)

اعتراض ۸: کیا امام اعظم اس مسئلے میں تباہ ہیں؟

اور اگر جواز کے قائلین کا استدلال درست بھی ہو تو بھی اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور جمہور عدم جواز ہی کے قائل ہیں۔ جمہور کی دلیل ربا کی حرمت پر عمومی نصوص ہیں جو حرمتِ ربا پر دلالت کرتی ہیں اور ان نصوص میں دار الحرب اور دارالاسلام، اور نہ ہی مسلمان اور حربی کا کوئی فرق بیان کیا گیا ہے۔

جواب: بلاشبہ اس مسئلے میں علماء مجتہدین کا اختلاف ہے مگر جواز کے قائلین

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

میں بھی جلیل القدر محدثین و فقہاء کرام شامل ہیں۔ ان علماء میں سیدنا ابراہیم نخعی، امام ابوحنیفہ، امام سفیان ثوری، امام محمد بن حسن، امام احمد بن حنبل، عبد الملک بن حبیب وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین شامل ہیں۔ سیدنا امام اعظم، محمد بن حسن رحمہما اللہ تعالیٰ کے حوالے سے کسی پر مخفی نہیں کہ یہ بزرگ اس کے جواز کے قائل ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ کے حوالے سے شیخ ابن مفلح حنبلی نے اپنی فروع میں لکھا کہ ان سے بھی دار الحرب میں ربوی معاملے کے جواز کی روایت ہے۔

وقد روى عن احمد انه قال : لا يحرم الربا في دار الحرب

اور امام احمد بن حنبل سے روایت کیا گیا کہ آپ نے فرمایا، دار الحرب میں سودی معاملہ حرام نہیں۔

(الفروع لابن مفلح صفحہ ۱۴۷ ج ۴)

اسی قول پر شیخ ابن تیمیہ نے المحرر میں لکھا کہ،

الربا محرم في دار الاسلام والحرب الا بين مسلم و حربى
لا امان بينهما.

(المحرر صفحہ ۳۱۸ ج ۱)

ترجمہ: سود دار الحرب اور دار الاسلام میں حرام ہے سوائے اس

مسلمان اور حربی کے درمیان کہ جن کے درمیان امان کا معاملہ نہ ہو۔

اسی طرح مالکیہ میں بھی اکثر علماء اس کے جواز کے قائل ہیں۔ ابن رشد مالکی لکھتے

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

ہیں،

كذلك الربامع الحربى فى دار الحرب مكروه وليس
بحرام لانه لما جاز له ان ياخذ من ماله مالم يؤتمن عليه
لم يحرم عليه ان يربى معه فيه .
(البيان والتحصیل صفحہ ۲۹۱ ج ۱۷)

ترجمہ: اسی طرح حربی سے دارالحرب میں سودی معاملہ کرنا صرف
مکروہ ہے حرام نہیں، کیونکہ جب مسلمان کے لئے یہ جائز ہے کہ اس
کے مال سے لے لے جب تک اسے اس مال پر امین نہیں
بنایا گیا ہو تو اسی طرح حربی کے ساتھ (بظاہر) سودی معاملہ کرنا بھی
حرام نہیں۔

مذکورہ بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ اہل سنت کے چاروں مذاہب میں سے تین
مذاہب کے علماء کی ایک بڑی تعداد مسلمان اور حربی کے درمیان ربوی معاملے
کے جواز کی قائل ہے۔ چنانچہ بعض لوگوں کا یہ کہنا اس معاملے میں صرف امام اعظم
رحمہ اللہ تعالیٰ تنہا جواز کے قائل ہیں سراسر غلط ہے۔

اعتراض ۹: امام اعظم کے موقف کی خود ساختہ وضاحت

بعض حضرات نے لکھا کہ ”امام اعظم نے جو یہ کہا ہے کہ دارالحرب میں
مسلمان اور حربی کے درمیان ربا نہیں ہے ان کی بھی اس قول سے یہی مراد
ہے کہ چونکہ دارالحرب مسلمانوں کی ولایت نہیں ہے اس لئے مسلمان حاکم وہاں

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

کسی مسلمان کے سود لینے پر اس کا مواخذہ نہیں کریں گے اور وہ اس کا مالک ہو جائیگا لیکن اس کا یہ فعل گناہ ہے اور وہ اس پر اخروی عذاب کا مستحق ہے، اس کی وضاحت علامہ سرحسی کی اس عبارت سے ہوتی ہے۔

وابو حنیفہ یقول بالاسلام قبل الاحراز تثبت العصمة فی حق الامام دون الاحکام الاتری ان احدهما لواتلف مال صاحبه او نفسه لم یضمن وهو اثم فی ذلک وانما تثبت العصمة فی حق الاحکام بالاحراز والاحراز بالدار لا بالدين لان الدين مانع لمن یعتقدہ حرمتہ ومن لم یعتقدہ فلیثبت العصمة فی حق الاثم قلنا یکره لهما هذا الصنيع ولعدم العصمة فی حق الحکم قلنا لا یؤمر ان یرد ما اخذہ لان کل واحد منهما انما یملک مال صاحبه بالاختذ .

(المبسوط للسرحسی، کتاب الصرف، باب الصرف فی دار الحرب، الجزء ۱۴ ص ۵۸ دار المعرفۃ بیروت)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ دارالاسلام کی حفاظت میں آنے سے پہلے اسلام سے جو عصمت ثابت ہوتی ہے وہ صرف امام کے حق میں ہے۔ احکام کے حق میں نہیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر ان دو مسلمانوں میں سے کوئی ایک دوسرے کا مال یا اس کی جان تلف

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

کر دے تو اس پر ضمان نہ ہوگا حالانکہ وہ اس فعل کی وجہ سے گنہگار ہوگا، دراصل احکام میں عصمت صرف دارالاسلام میں رہنے سے ہوتی ہے، نہ کہ دین کی وجہ سے، کیونکہ دین تو حق شرع کے لحاظ سے ان لوگوں کو روکتا ہے جو اس دین کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جو اس کا اعتقاد نہیں رکھتے ان کو نہیں روکتا، اس کے برخلاف جب انسان دارالاسلام میں ہو تو اس کے مال کی حفاظت اس شخص سے بھی کی جائیگی جو اس کی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہے یا اس دین کا اعتقاد رکھتا ہے، پس گناہ ہونے کی حیثیت سے جو عصمت ثابت ہے اس اعتبار سے ہم نے کہا ان کا یہ فعل مکروہ ہے، اور قانون کے لحاظ سے عدم عصمت کی بناء پر (چونکہ مسلمانوں کی ولایت میں نہیں ہے) ہم نے یہ کہا کہ اس کا لیا ہوا مال واپس کرنے کا حکم نہیں دیا جائیگا کیونکہ ان میں سے ہر ایک جب دوسرے کا مال لیتا ہے تو محض لینے کی وجہ سے ہی اس مال کا مالک ہو جاتا ہے۔

امام اعظم کا یہ اصول ہے کہ اگر مسلمان دارالحرب میں کوئی عقدِ فاسد کرے تو وہ اس سے مالک تو ہو جائیگا لیکن اس کا یہ فعل گناہ ہے۔ علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

وان كانا اسلما ولم يخرجا حتى تباعا بالربا كرهته ولم
ارده له وهو قول ابى حنيفة .

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

(المبسوط للسرخسي، كتاب الصرف، باب الصرف في دار الحرب، الجزء
 ۱۴ ص ۵۸ دار المعرفۃ بیروت)

ترجمہ: اگر دو حربی مسلمان ہو جائیں اور دار الحرب سے ہجرت نہ
 کریں اور آپس میں سود کا معاملہ کریں تو میں اس کو مکروہ (تحریمی)
 قرار دیتا ہوں لیکن یہ سود واپس نہیں کروں گا اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول
 ہے۔“

ان عبارات سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر
 دار الحرب میں رہنے والے مسلمان آپس میں سود لیں یا مسلمان حربی کافر سے
 سود لے تو وہ اس سود کا مالک تو ہو جائے گا لیکن سود لینے والا مسلمان
 بہر حال گناہگار ہوگا۔“

جواب: ان حضرات نے مذکورہ بالا عبارت میں دو امور بیان کئے ہیں:

۱۔ اگر دار الحرب میں ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے سودی معاملہ کرے
 تو وہ اس سود کا مالک تو ہو جائیگا لیکن سود لینے والا مسلمان بہر حال گناہگار ہوگا۔

۲۔ اگر دار الحرب میں کوئی مسلمان کافر حربی سے بھی سود کا معاملہ کرے تو وہ
 اس سود کا مالک تو ہو جائیگا لیکن سود لینے والا مسلمان بہر حال گناہگار ہوگا۔

ان میں سے پہلا امر تو ہمارے نزدیک بھی مسلم ہے کہ مسلمانوں کے مابین
 سودی معاملہ جائز نہیں اگرچہ وہ حربی ہوں اور یہی علامہ سرخسی کی عبارت سے
 ظاہر ہے، لیکن دوسرا امر کہ حربی کافر سے بھی سودی معاملہ کرنا گناہ اور استحقاق

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

عذاب کا موجب ہے، مذکورہ بالا عبارت کے کس حصے سے ثابت ہے؟ یہ ہمیں سمجھ نہیں آیا کیونکہ امام سرحسی رحمۃ اللہ علیہ کی دونوں عبارتیں صرف مسلمانوں کے متعلق ہیں ان میں کافر کے حوالے سے مسئلہ نہیں بیان کیا گیا۔ نیز یہ کہ امام سرحسی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو بلاوجہ ترتیب بدل کر اور درمیانی عبارت کو حذف کر کے پیش کیا گیا حالانکہ یہ دونوں عبارتیں مبسوط کی چودھویں جلد کے صفحہ نمبر ۵۸ پر ایک ہی معاملے (یعنی مسلمان کا مسلمان سے درالحرب میں سودی معاملہ کرنے سے متعلق بیان فرمائی گئی ہیں۔ ہم پوری عبارت اسی ترتیب لکھ رہے ہیں جیسا کہ امام سرحسی نے رقم فرمائی اور درمیان سے حذف کی گئی عبارت کو ہائی لائٹ کر دیا گیا ہے۔ وہ عبارت درج ذیل ہے۔

وان كانا اسلما ولم يخرجا حتى تباعا بالربا كرهته ولم

ارده له وهو قول ابى حنيفة وقال ابو يوسف ومحمد

رحمهما الله يردده والحكم فيها كالحكم فى التاجرین

أما على أصل ابى يوسف فقط فظاهر لانه لا يجوز هذا

العقد بين المسلم والحربى فكيف يجوز بين

المسلمين ومحمد يقول مال كل واحد منهما

معصوم عن التملك بالأخذ ألا ترى أن المسلمين

لو ظهروا على الدار لا يملكون مالهما بطريق الغنيمة

وانما يملك أحدهما مال صاحبه بالعقد بخلاف

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

مال الحربی و ابوحنیفہ یقول بالاسلام قبل الاحراز
 تثبت العصمة فی حق الامام دون الاحکام الاتری ان
 احدهما لو اتلف مال صاحبه او نفسه لم یضمن وهو اثم
 فی ذلك وانما تثبت العصمة فی حق الاحکام بالاحراز
 والاحراز بالدار لا بالدين لان الدين مانع لمن یعتقده
 حرمته ومن لم یعتقده فلیثبوت العصمة فی حق الاثم قلنا
 یکره لهما هذا الصنيع ولعدم العصمة فی حق الحکم قلنا
 لا یؤمر ان یرد ما اخذه لان کل واحد منهما انما یملک
 مال صاحبه بالاختذ .

(اللبسوط للسرْحسی، کتاب الصرف، باب الصرف فی دار الحرب، الجز
 ۱۴ ص ۵۸ دار المعرفۃ بیروت لبنان)

ترجمہ: اگر دو حربی مسلمان ہو جائیں اور دار الحرب سے ہجرت نہ کریں
 اور آپس میں سود کا معاملہ کریں تو میں اس کو مکروہ (تحریمی)
 قرار دیتا ہوں لیکن یہ سود واپس نہیں کرواؤ گا اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول
 ہے، اور امام ابو یوسف و محمد رحمہما اللہ نے فرمایا وہ لوٹائے گا، اور اس
 معاملہ میں حکم دو تاجروں کے مابین کا ہے، بہر حال امام
 ابو یوسف کے اصول پر یہ حکم تو ظاہر ہے کہ یہ سودی معاملہ مسلمان اور
 حربی کے مابین جائز نہیں تو دو مسلمانوں کے مابین کس طرح جائز

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

ہوگا؟ جبکہ امام محمد فرماتے ہیں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کا مال قبضہ سے ملکیت میں آنے سے معصوم ہے، کیا تو نہیں دیکھتا کہ اگر مسلمان کسی علاقہ پر غلبہ پائیں تو ان دونوں کے مال کے غنیمت کے طور پر مالک نہیں ہو جاتے، بلاشبہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے مال کا عقد کے ذریعے مالک ہو جاتا ہے بخلاف حربی کے مال کے، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں، کہ محفوظ کر لینے سے پہلے عصمت صرف امام کے حق میں ثابت ہوتی ہے نہ کہ احکام کے حق میں، کیا تو نہیں دیکھتا کہ اگر ان میں سے کوئی دوسرے کا مال یا عضو ضائع کر دے تو ضمان نہیں مگر وہ گناہ گار ہے، اور بلاشبہ عصمت احکام کے حق میں احراز (حفاظت) سے ثابت ہوتی ہے نہ کہ دین سے، اس لئے کہ دین مانع ہے اس شخص کو جو اس کی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہو اور جو اعتقاد نہ رکھتا ہو، تو گناہ کے حق میں عصمت کے ثبوت کے لئے ہم نے اسے دونوں کے لئے مکروہ کہا، اور حکم کے حق میں عصمت ثابت نہ ہونے کی بناء پر ہم نے کہا کہ جو کچھ وہ لے چکا ہے اسے لوٹانے کا حکم نہیں دیا جائے گا، اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک قبضہ کی بنا پر دوسرے کے مال کا مالک بن جاتا ہے۔“

شاید ان حضرات نے علامہ سرہسی کی اس عبارت کو اس لئے ترتیب بدل کر اور درمیانی عبارت کو حذف کر کے لکھا ہے کہ انھیں اپنا غلط موقف ثابت کرنا ہے،

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

یعنی مسلمان اور حربی کافر کے درمیان بھی ربوی معاملہ ناجائز اور اخروی عذاب کا موجب ہے، کیونکہ یہ حضرات علامہ سرخسی کی اس عبارت کو بعینہ نقل کر دیتے تو سرسری نظر سے پڑھنے والے کو بھی معلوم ہو جاتا کہ یہ عبارت صرف اور صرف دو مسلمانوں کے درمیان سودی معاملہ کرنے سے متعلق ہے اور قاری سمجھ جاتا کہ اس سے مسلمان اور حربی کافر کے درمیان سودی معاملے کی حرمت ثابت نہیں جیسا کہ مذکورہ بالا عبارت میں ”بخلاف مال الحربی“ سے ظاہر ہے۔

العیاذ باللہ!

پھر اس غلط تاویل کو لکھتے ہوئے انہیں علامہ سرخسی کی وہ عبارات نظر نہیں آئیں جو اسی صفحہ سے پہلے یعنی ۵۶ اور ۵۷ پر تھیں، جن عبارات میں امام سرخسی نے واضح لفظوں میں لکھا کہ فتح مکہ تک حضرت عباس بن عبدالمطلب نے جو سود لیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واپس نہ کروایا، اور رکانہ کا واقعہ لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکریوں کی شرط پر اس سے مقابلہ کیا اور اسے پچھاڑ کر اس کی بکریاں لیں اور پھر تالیف قلب کے لئے واپس کر دیں۔ پھر اس سے امام اعظم کے موقف پر استدلال کرتے ہوئے لکھا کہ:

و كذلك لو باعهم ميتة أو قامهم وأخذ منهم مالا
بالقمار فذلك المال طيب له عند أبي حنيفة ومحمد
رحمهما الله .

(المبسوط للسرخسی، کتاب الصرف، باب الصرف فی دار الحرب، الجز

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

۱۴ص ۵۸ دارالمعرفۃ بیروت لبنان)

ترجمہ: اور یہی حکم ہے کہ مسلمان اگر حربیوں کو مردار بیچے یا ان سے شرط لگائے، اور شرط کی بنا پر ان سے مال لے تو وہ مال اس کے لئے حلال و طیب ہے امام ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک۔“
اسی صفحہ پر ہے،

وهذا دليل على جواز مثله في دار الحرب بين المسلم والحربي وهذا لان مال الحربي مباح.

(المبسوط للسرخسي، كتاب الصرف، باب الصرف في دار الحرب، الجز ۱۴ص ۵۸ دارالمعرفۃ بیروت لبنان)

ترجمہ: اور یہ دلیل ہے دارحرب میں مسلمان اور حربی کے مابین اسی کی مثل معاملے کے جواز پر، اور یہ حکم اس لئے ہے کہ حربی کا مال مباح ہے۔“

اسی طرح انھیں وہ عبارت نظر نہ آئی جو ان کی نقل کردہ عبارت کے اگلے صفحے یعنی صفحہ نمبر ۵۹ پر ہے جس میں واضح لفظوں میں لکھا ہے کہ کافر حربی کا مال اس طریقے سے لینا مباح ہے۔

ويستوى ان كان المسلم أخذ الدرهمين بالدرهم أو الدرهم بالدرهمين لانه طيب نفس الكافر بما اعطاه قل ذلك أو كثر واخذ ماله بطريق الاباحة كما قررنا.

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

ترجمہ: اور برابر ہے مسلمان خواہ ایک درہم کے بدلے میں دو درہم حاصل کرے یا دو درہم کے بدلے میں ایک درہم، کیونکہ وہ کافر کی اپنی خوشی ہے جو وہ دے رہا ہے خواہ کم ہو یا زیادہ، اور اس نے اس کا مال بطریق اباحت حاصل کیا ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

ہماری پیش کردہ دونوں عبارات میں علامہ سرحسی نے کافر حربی سے بظاہر سودی یا قمار کا معاملہ کر کے جو مال لیا جائے اسے ناصرف مباح بلکہ پاک بھی قرار دیا اور مباح و پاک وہی ہوتا ہے جو نہ گناہ ہو اور نہ اس پر استحقاق عذاب۔ لہذا ان حضرات نے امام اعظم کے قول کی جو وضاحت کی ہے وہ سراسر خود ساختہ اور امام اعظم کے موقف کے صریح خلاف اور تمام حنفی کتب فقہیہ کے معارض ہونے کی وجہ سے قابل اعتناء نہیں ہے۔

اعتراض ۱۰ کیا امام اعظم کا یہ قول غیر مسلم ممالک میں مقیم

مسلمانوں کے حق میں نہیں؟

امام اعظم رحمہ اللہ کا یہ قول حربیوں کے متعلق ہے اور غیر مسلم ممالک میں مقیم مسلمانوں کے احوال پر منطبق نہیں ہوتا، کیونکہ جب کوئی مسلمان وہاں رہائش اختیار کرتا ہے تو وہ ان سے مختلف قسم کے معاہدے کرتا ہے لہذا اس کی حیثیت معاہدہ کی ہے۔

جواب: معترضین کا یہ اعتراض بھی گزشتہ اعتراضات کی طرح قلتِ مطالعہ پر مبنی ہے، کیونکہ ظاہر ہے کہ ہمارے فقہاء کرام نے حربی یا دار الحرب کی تعریف

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

عمومی اعتبار سے کی ہیں، کسی خاص شخص کے تعلقات کے اعتبار سے نہیں کی۔ اور یہ عام سی بات ہے کہ دارالحرب میں بہت سے ایسے افراد ہو سکتے ہیں جو دارالاسلام میں بسنے والے بعض افراد کے دوست یا رشتے دار ہوں، لہذا ان لوگوں کی دوستی یا رشتہ داری سے دارالحرب دارالاسلام یا حربی شخص ذمی یا مستامن تو نہیں ہو جائیگا۔ اور اسی طرح اگر کوئی کافر ملک کسی یا بعض مسلمانوں کو اپنے ہاں بعض شرائط پر رہنے کی اجازت دیدے تو اس سے وہ دارالاسلام نہیں ہو جائیگا یا وہاں بسنے والے لوگ غیر حربی نہ ہو جائیں گے۔ نیز اسی اعتراض کو مد نظر رکھتے ہوئے امام سرحسی رحمۃ اللہ علیہ نے واضح لفظوں میں اس کی وضاحت بھی فرمائی ہے جیسا کہ درج ذیل حوالے سے ظاہر ہے۔

وهذا دليل على جواز مثله في دار الحرب بين المسلم
والحربى وهذا لان مال الحربى مباح ولكن المسلم
بالاستئمان ضمن لهم أن لا يخونهم وان لا يأخذ منهم شيئاً
الابطية أنفسهم فهو يتحرز عن الغدر بهذه الأسباب ثم
يتملك المال عليهم بالأخذ لا بهذه الأسباب وهذا لان
فعل المسلم يجب حمله على أحسن الوجوه ما أمكن
وأحسن الوجوه ما قلنا.

(المبسوط للسرخسي، كتاب الصرف، باب الصرف، الجزء ۱۴ ص ۵۷۔

۵۸ دارالمعرفة بيروت لبنان)

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

ترجمہ: یہ جواز کی دلیل ہے اس قسم کے معاملات کی حربی اور مسلمان کے مابین دارالحرب میں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حربی کا مال مباح ہے لیکن مسلمان اُس سے امن طلب کرنے کی وجہ سے اس بات کا ضامن ہو جاتا ہے کہ ان سے خیانت نہ کرے، اور ان کی کوئی چیز ان کی رضامندی کے بغیر نہ لے۔ چنانچہ وہ ان اسباب کی وجہ سے ان سے دھوکہ دہی سے گریز کرے گا، پھر ان کے مال (ان کی رضامندی سے) حاصل کر کے مالک ہو جائیگا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے مسلمان کے فعل کو احسن و جوہ پر محمول کرنا واجب ہے اور احسن و جوہ وہ ہیں جو ہم نے بیان کیں۔“

آپ رحمۃ اللہ علیہ ان احسن و جوہ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

”وان بايعهم المستأمن اليهم الدرهم بالدرهمين نقدا أو نسيئة أو بايعهم في الخمر والخنزير والميتة فلا بأس بذلك في قول أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى“

ترجمہ: اگر دارالحرب میں امان طلب کر کے جانے والا مسلمان انھیں ایک درہم دودرہم کے بدلے میں خواہ نقد بیچے یا ادھار، یا انھیں شراب، خنزیر یا مردار بیچے تو امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

پھر اس کی علت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

”وہما یقولان هذا أخذ مال الکافر بطیبة نفسه ومعنی
 هذا ان أموالهم علی أصل الاباحة الا أنه ضمن أن
 لا یخونهم فهو یستر ضیهم بهذه الأسباب للتحرز عن
 الغدر ثم يأخذ أموالهم بأصل الاباحة لابعبار العقد .“
 (المبسوط للسرخسی، کتاب السیر، باب صلح الملوک والموادعة، الجزء ۱۰
 ص ۹۵ دار المعرفۃ بیروت لبنان)

ترجمہ: وہ دونوں (امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ) فرماتے ہیں کہ کافر
 سے اس کا مال اس کی خوشی سے لینا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ان
 کے اموال اباحتِ اصلیہ پر باقی ہیں سوائے یہ کہ مسلمان نے عہد
 کیا ہے کہ وہ ان سے خیانت نہیں کریگا چنانچہ وہ دھوکہ دہی سے بچتے
 ہوئے انھیں بیع وغیرہ کے ذریعے راضی کرتا ہے پھر اصل اباحت کے
 تحت ان کے اموال حاصل کرتا ہے نہ کہ عقد کے اعتبار سے۔

اعتراض ۱۱ کیا امام اعظم کا یہ قول صرف دار الحرب سے متعلق

ہے؟

بعض علماء نے کہا کہ امام اعظم کے قول کے مطابق غیر مسلموں سے ربا و قمار
 کا جواز دار الحرب کے ساتھ مقید ہے اور دار الحرب وہ ہوتا ہے جس سے مسلمان
 عملاً برسر جنگ ہوں، اس ملک کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم نہ ہوں اور جہاں
 کسی مسلمان کو اس کے مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس کی جان، مال اور عزت

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

محفوظ نہ ہوں جیسا کہ کسی زمانے میں اسپین میں تھا۔۔۔ جبکہ کافروں کے وہ ملک جن سے مسلمانوں کے سفارتی تعلقات ہیں، تجارت اور دیگر انواع کے معاہدات ہیں، پاسپورٹ اور ویزے کے ساتھ ایک دوسرے کے ملک آتے جاتے ہیں، مسلمانوں کی جان، مال اور عزت محفوظ ہے بلکہ وہاں مسلمانوں کو اپنے مذہبی شعائر پر عمل کرنے کی بھی آزادی ہے جیسے امریکہ، برطانیہ، ہالینڈ، جرمنی اور افریقی ممالک یہ ملک دارالحرب نہیں بلکہ دارالکفر ہیں۔۔۔ اس لئے یہاں مسلمانوں کے لئے سود کالین دین کسی طرح سے جائز نہیں ہے۔ اسی طرح یہاں کافروں کا مال عقودِ فاسدہ سے لینا بھی جائز نہیں۔

جواب: اولاً: مذکورہ بالا اعتراض کا ما حاصل یہ ہے کہ مسلمان اور غیر مسلم میں سود صرف دارالحرب میں متحقق ہوتا اور آج امریکہ، برطانیہ، ہالینڈ، جرمنی اور افریقی ممالک وغیرہ دارالحرب نہیں لہذا ان ممالک میں مسلمان کا غیر مسلم سے ربا و قمار و عقودِ فاسدہ کے ذریعے مال حاصل کرنا ناجائز ہے۔

اس بات سے قطع نظر مذکورہ بالا ممالک دارالحرب ہیں یا دارالاسلام، راقم الحروف سب سے پہلے اس بات کی وضاحت کرنا چاہے گا کہ ان حضرات نے مذکورہ بالا ممالک کو جس دلیل سے دارالحرب کی تعریف سے خارج کیا ہے وہ درست نہیں، کیونکہ عند الفقہاء اگر دارالحرب کے کفار یا ان کی حکومت مسلمانوں سے کسی موقع پر بعض معاہدات کر لے تو وہ ملک دارالحرب کی تعریف سے نہیں نکل جائیگا جیسا کہ شمس الأئمہ سرحسی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں،

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

وان أراد قوم من أهل الحرب من المسلمين المودعة
سنين معلومة على ان يؤدي أهل الحرب الخراج اليهم
كل سنة شيأ معلوما على ان لا تجرى أحكام الاسلام
عليهم في بلادهم لم يفعل ذلك الا ان يكون في ذلك
خير للمسلمين لانهم بهذه المودعة لا يلتزمون أحكام
الاسلام ولا يخرجون من ان يكونوا أهل حرب .

(المبسوط للسرْحسي، كتاب السير، باب صلح الملوك والمودعة، الجزء ١٠
ص ٨٤، ٨٨ دارالمعرفة بيروت لبنان)

ترجمہ: اگر اہل حرب مسلمانوں سے چند معلومہ سالوں کے لئے
معاہدہ کریں کہ وہ ہر سال مسلمانوں کو مقررہ خراج ادا کریں گے اس
شرط پر کہ ان پر احکام اسلام جاری نہ ہونگے تو ایسا معاہدہ نہ کیا جائے،
سوائے یہ کہ اس میں مسلمانوں کے لئے بھلائی ہو کیونکہ وہ اس
معاہدے کی وجہ سے احکام اسلام کا التزام نہ کریں گے چنانچہ وہ لوگ
اہل حرب کی تعریف سے خارج نہ ہونگے۔

علامہ سرْحسي رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ اگرچہ حربی لوگ یا حربی
ملک مسلمانوں سے معاہدہ کر کے خراج بھی ادا کرے، مسلمانوں سے جنگ بھی نہ
کرے تب بھی وہ حربی ہی رہیں گے کیونکہ ان پر احکام اسلام جاری نہ ہوئے۔
لہذا ان حضرات کے موقف کی غلطی ظاہر ہو گئی۔

غیر مسلم ممالک میں سودا و رمورٹ گنج کا شرعی حکم

ثانیاً: ان حضرات کا یہ ادعاء کہ مسلم اور غیر مسلم کے درمیان ربا و عقودِ فاسدہ کے جواز کا مسئلہ دار الحرب کے ساتھ مقید ہے، عندا محققین درست نہیں۔ اس غلط فہمی کا پہلا سبب تو یہ ہے کہ ان حضرات نے حدیث میں وارد لفظ ”ثمہ“ کو قیدِ احترازی سمجھا حالانکہ فقہاء کرام کی عبارات سے ظاہر ہے کہ یہ قیدِ احترازی نہیں بلکہ اتفاقی ہے۔ مجددین و ملت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں،

اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ اس مسئلہ میں ماخوذ منہ کا کافر حربی خواہ محل اخذ کا دار الحرب ہونا ضرور نہیں کما تشہد بہ مسائل المولیٰ والشركاء صرف انتقائے حقیقت و قصد ربا درکار ہے کہ اس کے بعد نہ عند اللہ ارتکاب حرام نہ اپنے زعم میں مخالفتِ شرع پر اقدام، علماء نے کہ مسئلہ حربی میں قید دار الحرب ذکر فرمائی اس کا منشاء اخراج مستأمن ہے کہ اس کا مال مباح نہ رہا رد المحتار میں ہے قولہ ثمہ ای فی دار الحرب قید بہ لانہ لو دخل دارنا بامان فباع منہ مسلم درہما بدرہمین لایجوز اتفقا عن المسکین، ہدایہ میں ہے لاربا بین المسلم والحربی فی دار الحرب بخلاف المستامن منهم لان مالہ صار محظوراً بعقد الامان اہ ملخصات القدریر میں مبسوط سے ہے اطلاق النصوص فی المال المحظور وانما یحرم علی المسلم اذا کان

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

بطریق الغدر فاذا لم ياخذ غدرا فباى طريق اخذه حل
 بعد كونه برضا بخلاف المستامن منهم عندنا لان ماله
 صار محظورا بالامان فاذا اخذه بغير الطريق المشروعة
 يكون غدرا بالجملة حقیقت ربا اموال محظوره میں متحقق ہوتی ہے کما
 سمعت انفا۔

(فتاویٰ رضویہ، کتاب البیوع، باب الربا، ج ۷ ص ۸۸
 مطبوعہ: مکتبہ رضویہ کراچی)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فتاویٰ
 امجدیہ (جلد سوم صفحہ ۲۲۷، ۲۲۸ مطبوعہ: مکتبہ رضویہ کراچی) میں اسی بات کی
 صراحت فرمائی کہ اس حدیث میں حربی کی قید اتفاقی ہے، طوالت کی وجہ سے وہ
 عبارت نقل نہیں کی گئی۔ بہر حال مذکورہ بالا تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ حربی خواہ
 دارالاسلام میں پایا جائے یا دارالحرب میں یا دارالکفر میں امام اعظم کے قول کے
 مطابق اس کے اور مسلمان کے مابین سود متحقق نہیں ہوتا۔

اعترض ۱۲ کیا مورٹج (Mortgage) میں مسلمان کا

نقصان ہے؟

امام اعظم کے قول سے استدلال کرنا درست نہیں ہے کیونکہ ان کے قول کے
 مطابق مسلمان کو حربی سے سود لینا جائز ہے نہ کہ دینا، اور جب مورٹج گج پر کوئی
 چیز لی جائے گی تو مسلمان سود دینے والا ہوگا نہ کہ لینے والا اور یہ امام اعظم کے قول

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورٹج گج کا شرعی حکم

کے برعکس ہے۔

جواب: پہلے تو اس بات کی وضاحت کر دوں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سود لینا کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے اور جو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حربی اور مسلمان کے درمیان اس قسم کے معاملے کے جواز کا قول کیا ہے تو وہ اسی طور پر ہے کہ وہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں سود نہیں ہے۔ بہر حال جب یہ بات واضح ہوگئی تو خیال رہے کہ امام اعظم کے نزدیک اس کی کوئی قید نہیں ہے کہ زیادتی مسلمان کو حاصل ہو رہی ہے یا غیر مسلم کو جیسا کہ ہم نے گزشتہ سطور میں وضاحت کی ہے اور مزید تفسیح کے لئے امام سرحسی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت دوبارہ نقل کی جاتی ہے۔

ويستوى ان كان المسلم أخذ الدرهمين بالدرهم أو الدرهم بالدرهمين لانه طيب نفس الكافر بما اعطاه قل ذلك أو كثر واخذ ماله بطريق الاباحة كما قررنا.
(المبسوط للسرحسي، كتاب الصرف، باب الصرف، الجزء ۱۳ ص ۵۹
دار المعرفه بيروت لبنان)

ترجمہ: اور برابر ہے مسلمان خواہ ایک درہم کے بدلے میں دو درہم حاصل کرے یا دو درہم کے بدلے میں ایک درہم کیونکہ وہ کافر کی اپنی خوشی ہے جو وہ دے رہا ہے خواہ کم ہو یا زیادہ اور اس نے اس کا مال بطریق اباحت حاصل کیا ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورث گنج کا شرعی حکم

ہاں البتہ مذکورہ بالا عبارت سے بھی ظاہر ہے اور متاخرین حنفیہ نے بھی تصریح فرمائی کہ حربی سے اس قسم کے معاملے میں مسلمان کو نفع ملنا چاہیے اس کے برعکس اگر نفع غیر مسلم کو ملے تو ایسا کرنا سود تو نہیں مگر ناجائز ہے کہ بلاوجہ اپنے مال کو ضائع کرنا ہے۔ اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر ہم مورٹ گج کے مسئلے کو دیکھیں تو ظاہر ہو جائیگا کہ مورٹ گج میں مسلمان کا فائدہ ہے یا کرایہ پر مکان لے کر رہنے میں؟ راقم الحروف نے انٹرنیٹ پر دیکھا اور امریکہ و انگلینڈ میں رہنے والے بعض علماء و صلحاء و عوام سے اس سلسلے میں معلومات حاصل کی تو انھوں نے بتایا کہ اگر کوئی مسلمان کرایہ پر مکان لے کر رہائش اختیار کرے اور اس مکان میں بیس پچیس سال بھی گزار دے تو اسے کرایہ کے بدلے میں مکان کی عارضی سکونت کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا بلکہ مالک مکان کی جانب سے مختلف ناقابل برداشت شرائط کو بھی ماننا پڑتا ہے مثلاً فیملی میں دو بچوں سے زیادہ نہ ہوں اور اگر زیادہ ہو جائیں جیسا کہ الحمد للہ مسلمانوں میں اولاد وافر ہوتی ہے، تو انھیں وہ مکان چھوڑنا پڑ جاتا ہے یا کرایہ زیادہ دینا پڑتا ہے۔ نیز مہمانوں کے سلسلے میں یہ شرط ہوتی ہے کہ زیادہ مہمان نہ آئیں اور اگر کوئی آجائے تو زیادہ دن رہائش اختیار نہ کرے۔ جبکہ اس کے برعکس مسلمان اسی مکان کو مورٹ گج پر حاصل کر لے تو عموماً مورٹ گج کی اقساط کی صورت میں ادا کی جانے والی رقم بھی اتنی ہی ہوتی ہے کہ جتنی کرایہ کی رقم بلکہ بعض اوقات اس سے کم بھی ہوتی ہے۔ نیز کسی قسم کی پابندی نہیں ہوتی۔ پھر بیس پچیس سال بعد وہ مکان مسلمان کی ملکیت میں آ جاتا ہے۔ اب اس

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورٹ گج کا شرعی حکم

حقیقت حال کو مد نظر رکھ کر ہر صاحب فہم اقرار کرے گا کہ کرایہ کے بجائے مورٹ گج میں مسلمان کا فائدہ ہے۔ لہذا امام اعظم اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما بلکہ متاخرین فقہاء احناف کے نزدیک بھی بلاد کفار میں مسلمان کے لئے مورٹ گج پر مکان لینا جائز و حلال ہے اور اس کے برعکس کرایہ پر مکان لے کر رہنے میں مسلمان کا سراسر نقصان اور بلا وجہ کافر کو فائدہ پہنچانا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد ابو بکر صدیق القادری الشاذلی عفی عنہ

۱۳ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ، 16 جون 2011ء

غیر مسلم ممالک میں سود اور مورٹ گج کا شرعی حکم